15

١١/٢/٢٦ھ
١٤

١

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٨١/٤٠٤
عبدالرحمٰن

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے ہاں بیمہ پالیسی والے حضرات لوگوں کو بیمہ کی ترغیب دیتے ہیں اور

اس کے ساتھ ساتھ مطمئن کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہمارے پاس

علماء کرام کے فتاویٰ موجود ہیں جو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ فتاویٰ اس کے

ساتھ روانہ کر رہا ہوں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا ان علماء کے فتاویٰ کے مطابق بیمہ زندگی کرانا

درست ہے کہ نہیں۔؟ کیا اسلام میں بیمہ زندگی کی کوئی صورت ممکن ہے

یا نہیں۔ نیز بیمہ کی باقی اقسام کی تفصیل اور ہر ایک کا حکم بھی واضح

بیان فرمائیں۔ تاکہ عوام الناس ان کے دھوکے میں آکر حرام کام

کے اندر شریک نہ ہو سکے۔ جواب جلد از جلد دیا جائے بڑی مہربانی ہوگی

المستفتی
: محمد فضل، حیدرآباد
معرفت محمد عثمان

جواب [illegible]

Date ______ 20

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ومنہ الصدق والصواب:

انشورنس (عقدِ بیمہ) کے اندر انشورنس کرانے والا یعنی انشورڈ (بیمہ دار) جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے کیلئے انشورر (انشورنس کرنے والی کمپنی) سے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اسے ایک مخصوص رقم متعین اقساط کی صورت میں دیتا رہے گا، جس کے بدلے بیمہ کمپنی یہ ذمہ داری لیتی ہے کہ وہ خود اسے یا اس کے نامزد کردہ آدمی کو معاہدہ کے مطابق پیش آمدہ خطرات کے مالی نقصان کی تلافی کرے گی۔

انشورنس کی صورتوں اور پالیسیوں میں آج کل اس قدر تنوع پیدا ہو چکا ہے اور آئے دن نت نئی صورتیں سامنے آرہی ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔

انشورنس کبھی انسان کے پورے وجود کا ہوتا ہے کہ کمپنی اپنے ڈاکٹر کے ذریعے بیمہ دار (انشورڈ) کا معائنہ کراتی ہے کہ اگر ناگہانی آفت پیش نہ آئی تو یہ آدمی کب تک زندہ رہ سکتا ہے، ڈاکٹری رپورٹ کے تناظر میں کمپنی بیمہ دار سے یہ معاہدہ کرتی ہے کہ وہ متعینہ رقم مخصوص مدت تک قسطوں کی صورت میں ادا کرتا رہے، اگر اس مخصوص مدت سے پہلے انشورڈ کا انتقال ہو گیا تو کمپنی اس کے قانونی ورثاء یا نامزد کردہ شخص کو پوری رقم مع زائد رقم کے واپس کرتی ہے، اور اگر مدت پوری ہونے کے بعد بھی زندہ رہے تو اسے جمع کردہ رقم مع زائد رقم کے واپس مل جاتی ہے، اسے لائف انشورنس (بیمۂ زندگی) کہا جاتا ہے، اس کی اور بھی کئی صورتیں ہیں۔

اور انشورنس کبھی جسم کے کسی خاص حصے کا بھی کیا جاتا ہے، مختلف اعضاء کے بیمہ کا طریقہ کار بھی وہی ہے جو لائف انشورنس کا ہوتا ہے۔

انشورنس کبھی املاک یعنی جہاز، گاڑی، مکان وغیرہ کا بھی ہوتا ہے کہ بیمہ دار کمپنی کو متعینہ مدت تک معین شرح سے قسطوار رقم ادا کرتا رہتا ہے تاکہ اگر املاک ضائع ہو جائیں یا ان میں نقصان آجائے تو کمپنی اس کی مالی تلافی کر دیتی ہے، کوئی حادثہ پیش نہ آئے تو رقم انشورڈ کو واپس نہیں ملتی، اسے جنرل انشورنس کہا جاتا ہے۔

نیز مستقبل میں دوسروں کی طرف سے آنے والی ذمہ داری سے نمٹنے کیلئے بھی انشورنس کرایا جاتا ہے، مثلاً اگر انشورڈ سے کسی کا نقصان ہو جائے، اور مالی تاوان لازم آئے تو بیمہ کمپنی اس کی ادائیگی کرتی ہے، اس کو عموماً تھرڈ پارٹی انشورنس کہتے ہیں۔

مروجہ انشورنس کا ـــ اللہ چند وجوہات کی بناء پر ناجائز ہے:

۱ــــ ربا

۲ــــ قمار

۳۔ غرر

۴۔ تعاون علی الاثم

۵۔ خلافِ شرع بعض شرائط

۱۔ ربا یعنی سود بایں معنی پایا جاتا ہے کہ انشورنس کے اندر بیمہ دار کم رقم دیکر زیادہ رقم کی پالیسی خریدتا ہے، اور بعض مرتبہ انشورنس کمپنی زیادہ رقم لیکر بیمہ دار (انشورڈ) کو کم رقم دیتی ہے۔ یہ دونوں قسمیں سود میں داخل ہیں۔

۲۔ قمار یعنی جوا بایں طور پایا جاتا ہے کہ بیمہ دار (انشورڈ) کی طرف سے ادائیگی تو یقینی ہوتی ہے، لیکن جنرل انشورنس کے اندر اس کے بدلے رقم کا ملنا یقینی نہیں ہوتا، بلکہ ایک غیر یقینی واقعہ مثلاً گاڑی وغیرہ کے حادثہ پر معلق ہوتا ہے، اسی کو قمار کہتے ہیں۔

لائف انشورنس جس میں اصل رقم کا ملنا یقینی ہو، اس میں قمار نہیں ہوتا، لیکن وہ صورتیں جس میں ادا کردہ رقم کے کچھ حصے کے ڈوبنے کا خطرہ ہو، اس میں جزوی قمار پایا جاتا ہے۔

۳۔ غرر یعنی دھوکہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کم از کم ایک فریق کا ایسا معاوضہ غیر یقینی کیفیت کا شکار ہو، جس کا تعلق معاملے کے اصل اجزاء سے ہے۔ پھر غرر کثیر کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے، غرر کثیر سے مراد وہ غرر ہے جو کسی چیز کے وجود کے اندر پایا جائے، اور باہمی نزاع کا سبب بنے، جیسے مجہول یا معدوم چیز کی بیع وغیرہ۔

انشورنس میں چار اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے:

۱۔ وجود کے اعتبار سے

۲۔ حصولِ معاوضہ کے اعتبار سے

۳۔ مقدارِ معاوضہ کے اعتبار سے

۴۔ مدتِ ادائیگی کے اعتبار سے

وجود میں غرر کا مطلب یہ ہے کہ انشورڈ کی رقم انشورنس کمپنی کے ذمہ ایسا قرض ہوتی ہے، جس کا وجود نہیں ہوتا، حادثہ پایا گیا تو قرض پایا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

حصولِ معاوضہ کے اعتبار سے بھی غرر پایا جاتا ہے کہ انشورڈ (بیمہ دار) کو عقد کے وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رقم ملے گی یا نہیں؟

مقدارِ معاوضہ میں بھی غرر ہوتا ہے کہ کمپنی کبھی تو اسے پوری رقم لوٹا دیتی ہے، اور کبھی جتنا نقصان ہوتا ہے اسی قدر رقم ملتی ہے۔

رقم کی ادائیگی کی مدت کا بھی علم نہیں ہوتا، ایک غیر یقینی واقعہ پر رقم کی ادائیگی معلق ہوتی ہے۔

Scanned by CamScanner

Date ____

۴ ۔ تعاون علی الاثم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عام طور پر انشورنس کمپنیاں پالیسی ہولڈرز سے حاصل ہونے والی رقم کا ایک بڑا حصہ سودی کاروبار میں صرف کرتی ہیں، پھر حاصل ہونے منافع میں سے اکثر حصہ اپنے پاس رکھ تھوڑی سی مقدار بطور سود کے پالیسی ہولڈرز کے درمیان تقسیم کرتی ہیں، اور یوں بیمہ دار بھی سود کے گناہ میں شریک ہو جاتا ہے۔

۵ ۔ جو شخص کچھ رقم جمع کرنے کے بعد باقی قسطوں کی ادائیگی بند کردے تو اس کی جمع کردہ رقم ضبط ہو جاتی ہے، جو کہ صریح ظلم اور ناجائز ہے۔

دارالحرب میں انشورنس کروانا

مذکورہ مواد جمہور فقہاء کرام امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور احناف میں سے امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے نزدیک دارالحرب میں بھی جائز نہیں، البتہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق چند شرائط کے ساتھ اس کی اجازت ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ مشاہدہ ہے کہ ان قیود کی پابندی نہیں کی جاتی۔ لہذا طرفین کے قول کے اعتبار سے بھی دارالحرب میں انشورنس جائز نہ ہوگا، اور ثانیاً طرفین کے قول کا بھی بعض علماء نے ایسا مطلب بیان کیا ہے، جو جمہور کے خلاف نہیں رہتا۔ پھر ربا اور قمار بنص قرآن کریم حرام ہیں۔ اور ان دونوں پر سخت وعیدیں آئی ہیں کہ انہیں دیکھ کر کوئی مسلمان شبہ ربو پر جرأت نہیں کر سکتا، اس لئے متعدد وجوہ معتبرہ کی بناء پر محققین علماء کرام نے جمہور کے مسلک کو راجح قرار دیا ہے، اور ان کا فتویٰ یہی ہے کہ دارالحرب میں بھی مروجہ انشورنس جائز نہیں حرام ہے۔

مجبوری میں انشورنس کروانا

البتہ سخت ضرورت کے وقت مجبوری کے درجہ میں بقدر ضرورت انشورنس کروا سکتے ہیں، مثلاً حکومت تجارت یا ملازمت کیلئے انشورنس لازمی قرار دے یا گاڑی وغیرہ کیلئے قانونی طور پر اس کو ضروری قرار دیا جائے، اور کوئی متبادل جائز ذریعہ موجود نہ ہو وغیرہ، تاہم اس کے ذریعے جو زائد رقم حاصل ہوگی اس کو بغیر ثواب کی نیت کے غرباء و مساکین پر صدقہ کرنا لازم ہوگا، اپنے استعمال میں لانا درست نہیں۔

انشورنس کی جائز صورتیں

یہ تمام تفصیل انشورنس کی بعض مشہور اور مروجہ صورتوں کے بارے میں ہے، ممکن ہے کہ بعض صورتیں ایسی ہوں جو جائز اور درست ہوں، اور ان میں ربا، قمار اور غرر وغیرہ کی خرابیاں نہ پائی جائیں مثلاً:

Scanned by CamScanner

Date ______

(الف) حکومت ملازمین کی تنخواہ سے انہیں حوالہ کئے بغیر جبری طور پر تھوڑی تھوڑی مقدار میں رقم بیمہ کیلئے جمع کرتی رہے، پھر حادثہ کی صورت میں انہیں بھاری رقوم ادا کرے تو یہ معاملہ پراویڈنٹ فنڈ کی طرح جائز ہوگا، اور غیر یقینی کیفیت پائے جانے کی وجہ سے ممنوع نہ ہوگا، کیونکہ اس کی بنیاد عقد تبرع پر ہے، اور تبرعات کے اندر اس کیفیت کا پایا جانا مضر نہیں۔

(ب) ہمارے بعض علماء نے سندات وکاغذات اور نوٹوں کے بیمہ کو جائز قرار دیا ہے جو کہ محکمۂ ڈاک والے کرتے ہیں، کیونکہ یہ وردیعۂ باجرمیں داخل ہے، جس طرح کہ منی آرڈر کی فیس جائز ہے، اسی طرح ______

(ج) جہاز راں کمپنی اگر بیمہ بھی کرے، اور مال کی ضمانت بھی دے تو مال تلف ہونے کی صورت میں اس کو ضامن بنایا جاسکتا ہے، اور نقصان کا معاوضہ لیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ تاجر نے اس کمپنی کے جہاز میں اپنا مال بھیجا ہو۔

لہذا اگر انشورنس کی کوئی جزوی صورت ایسی ہو کہ اس میں کوئی خرابی نہ پائی جائے تو وہ جائز ہوگی، لیکن اس کیلئے انشورنس کی مختلف اسکیموں کو سمجھنا، اور ہر ایک کا الگ حکم بیان کرنا ضروری ہے۔

مروجہ بیمہ کا صحیح شرعی متبادل

۱۔ بیمہ پالیسی سے حاصل شدہ رقوم کو مضاربت کے شرعی اصول کے مطابق تجارت میں لگاکر اس کا نفع پالیسی ہولڈرز کے درمیان تقسیم کیا جائے، اور نقصان سے بچنے کیلئے اس کی مکمل نگرانی ہو۔

۲۔ انشورنس کو تعاونی بیمہ بنانے کیلئے پالیسی ہولڈرز کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنی رضامندی سے منافع کا ایک معتدبہ حصہ ایک ریزرو فنڈ کی صورت میں محفوظ رکھ کر وقف کریں گے، جو خاص اصول وقواعد کے تحت حوادث کا شکار ہونے والے افراد پر خرچ کیا جائے گا۔

۳۔ بصورت حوادث یہ امداد صرف ان حضرات کے ساتھ مخصوص ہو جو اس معاہدہ کے پابند اور کمپنی کے حصہ دار ہوں۔

٤۔ اصل رقم مع تجارتی نفع کے ہر فرد کو پوری پوری ملے، اور وہ اس کی ملک سمجھی جائے، اور امداد باہمی کا ریزرو فنڈ وقف ہو، جس کا فائدہ بصورت حادثہ وقف کرنے والے کو بھی پہنچے۔

۵۔ حوادث میں امداد کرنے کیلئے مناسب قوانین وضع کئے جائیں، جو صورتیں عام طور پر حوادث سمجھی جائیں ان میں رقم کی مقدار عطیہ میں زیادہ ہو، اور جو صورتیں عام طور پر حوادث نہ سمجھی جائیں جیسے کسی بیماری کے ذریعہ موت کا واقع ہونا، اس میں امداد کچھ مختصر ہو، عمر طبعی کا اندازہ مقرر کرنے کیلئے ڈاکٹری معائنہ کا طریقہ کار بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

٦ ـ چند قسطیں ادا کرنے کے بعد ادائیگی کا سلسلہ بند کرنے کی صورت میں جمع کردہ رقم کا ضبط کرنا جائز نہیں، ہاں کمپنی کو غیر محتاط افراد کے ضرر سے بچنے کیلئے یہ شرط معاہدہ میں رکھی جا سکتی ہے کہ کوئی شخص شرکت ختم کرنا چاہے تو اس کی دی ہوئی رقم سات یا دس سال سے پہلے نہ دی جائے، اور ایسے شخص کیلئے تجارتی نفع کی شرح بھی کم رکھی جائے، بلکہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اسے ادا کی ہوئی رقم کے نصف حصے تک نفع نہ دیا جائے، اس کے بعد ایک خاص شرح نفع کی متعین کی جائے، یہ امور علماء کی کمیٹی کی صوابدید سے طے کئے جا سکتے ہیں، ان کا اثر معاملے کے جواز اور عدم جواز پر نہیں پڑتا۔ کذا قالہ الشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی رحمہ اللہ فی رسالتہ الشہیرۃ: "بیمۂ زندگی"۔

مروجہ بیمہ جائز نہیں

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ انشورنس کمپنیوں کا معاملہ عمومی طور پر ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا بیمہ پالیسی کیلئے رقم جمع کرنا، زائد رقم کا وصول کرنا اور انشورنس کمپنیوں میں ملازمت کرنا ناجائز ہے۔

لیکن انشورنس کمپنی والے تلبیس اور دھوکہ دہی کیلئے بہت عرصے سے عوام میں ایک پمفلٹ تقسیم کر رہے ہیں، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ پاک و ہند کے بہت سے علماء نے انشورنس کو جائز قرار دیا ہے، عوام بے چاری اس دام فریب میں آجاتی ہے، حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے۔

اس پمفلٹ اور رسالے کے متعلق مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "بیمۂ زندگی" میں بہترین تبصرہ فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کی طرف انشورنس کے جواز کو منسوب کیا گیا ہے وہ تین طرح کے لوگ ہیں:

١ ـ بعض تو ایسے ہیں جو علماء نہیں، ان کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ ان کی شخصی رائیں ہیں [illegible] کا شرعی مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

٢ ـ بعض ایسے ہیں جو علماء ہیں، تو ان میں تین حضرات کے سوا بعض نے انشورنس کو جائز تو کہا ہے، لیکن ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ انہیں انشورنس کی صحیح حقیقت کا علم نہیں۔ ان کے سامنے صرف اتنی بات سامنے تھی یہ امداد باہمی اور ضرورت کے وقت کیلئے آمدنی کی بچت کی ایک صورت ہے، جس کے مفید اور محمود ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟

مثلاً حضرات ذیل

١ ـ مولانا محمد مسلم عثمانی [illegible] دیوبند مرحوم

٢ ـ شمس العلماء تاجور نجیب آبادی مرحوم

٣ ـ مولانا عبدالستار [illegible] فاضل دیوبند مرحوم

٤ ـ مولانا ابو محمد یوسف [illegible] فاضل دیوبند مرحوم

(٥) ...

۵ ـ مولانا فیوض الرحمٰن صاحب نیلا گنبد لاہور
۶ ـ مولانا سید محمد طلحہ صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ۔

انشورنس کی موجودہ صورت اس وقت رائج ہے، اور ربا، قمار اور غرر جیسی خرابیوں پر مشتمل ہے وہ ہرگز ان کے سامنے نہ تھی، اس لئے ان کے اقوال کو بنیاد بنا کر مروجہ انشورنس کو جائز کہنا ہرگز درست نہیں ۔

۳ ـ بعض علماء کرام ان میں سے ایسے تھے کہ انہوں نے انشورنس کو جائز نہیں کہا، بلکہ جب اُن سے یہ کہا گیا کہ ہندوستان کے بینکوں میں لازمی طور پر سود لگتا ہے، اگر مسلمان اپنی رقوم کے اس سود کو وصول نہ کریں تو حکومت اس رقم کو عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ کر دیتی ہے، اس لئے انہوں نے کہا کہ سود تو اُخون البلیتین کے طور پر وصول کر لیا جائے، جیسا کہ بعض فقہاء نے دار الحرب میں کافروں سے سود لینے کی اجازت دی ہے، لیکن اُسے اپنے استعمال میں لانے کے بجائے غریبوں اور مسکینوں پر صدقہ کر دیں، کیونکہ جمہور فقہاء کے نزدیک دار الحرب میں بھی سود لینا جائز نہیں، اس طرح ان حضرات نے ان دونوں قسم کے اقوال کے درمیان بہترین تطبیق دے دی ۔

خود سوچئے کہ اس مسئلہ کا بیمۂ مروجہ کے جواز سے کیا تعلق ہے کہ اس کی بنیاد پر مروجہ انشورنس کو جائز قرار دیا جائے ؟!!

مثلاً درج ذیل اکابر علماء دیوبند

۱ ـ مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ
۲ ـ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ
۳ ـ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ
۴ ـ حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ
۵ ـ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ
۶ ـ شمس العلماء سید نجم الحسن صاحب لکھنوی رحمہ اللہ

کتنی بڑی جسارت ہے کہ ان اکابر علماء کی طرف مروجہ انشورنس کے جواز کے فتوے منسوب کر دیئے گئے ہیں، حالانکہ ان کے فتاوی بیمۂ زندگی کے حرام و ناجائز ہونے پر طبع شدہ مشہور و معروف ہیں ۔

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: "بیمۂ زندگی" مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ۔

قال الإمام أبو بكر الجصاص في تفسير قوله تعالى: (وأحلّ الله البيع وحرّم الربا): "والربا الذي كانت العرب تعرفه وتفعله إنما كان قرض الدراهم والدنانير إلى أجل بزيادة على مقدار ما استقرض على ما يتراضون به ..... فانتظم قوله تعالى: (وحرّم الربا) تحريم جميعها بشمول الاسم عليهما من طريق الشرع، ولم يكن تعاملهم بالربا إلا على الوجه الذي ذكرنا من قرض دراهم أو

Date

دنانير إلى أجل مع شرط الزيادة".

(أحكام القرآن، سورة البقرة: ٢٧٥، باب الربا: ١/٦٣٥، قديمي)

"وسمي القمار قمارًا؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه، وهو حرام بالنص".

(رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٩/٦٦٥، رشيدية)

"عن أبي هريرة قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر".

(الصحيح لمسلم، البيوع، بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر، الحديث: ٣٨٠٨، رياض)

"قال السرخسي [من] الحنفية (١٢/١٩٤): الغرر: ما يكون مستور العاقبة.... والخلاصة أن بيع الغرر: هو البيع الذي يتضمن خطرًا يلحق أحد المتعاقدين فيؤدي إلى ضياع ماله".

(الفقه الإسلامي وأدلته، أنواع البيع الباطل، بيع الغرر: ٥/٣٤١٠، رشيدية)

"والغرر في التأمين كثير لا يسير ولا متوسط؛ لأن من أركان التأمين الخطر، والخطر هو حادث محتمل لا يتوقف على إرادة العاقدين".

(الفقه الإسلامي وأدلته، حكم التأمين: ٥/٣٤١٩، رشيدية)

"قال الخطابي: سوى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين آكل الربا وموكله؛ إذ كل لا يتوصل إلى أكله إلا بمعاونته ومشاركته إياه، فهما شريكان في الإثم كما كانا شريكان في الفعل.... وكاتبه وشاهديه، قال النووي: فيه تصريح بتحريم كتابة المترابيين والشهادة عليهما، وبتحريم الإعانة على الباطل".

(مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الربا: ٦/٥١، رشيدية)

"ونهى عن بيع العربان: أن يقدم إليه شيء من الثمن، فإن اشترى حسب من الثمن وإلا فهو له مجانًا، وفيه معنى الميسر".

(حجة الله البالغة، بيوع فيها معنى الميسر: ٢/٢٨٨، قديمي)

وكذا في إعلاء السنن، باب النهي عن العربان: ١٤/١٦٦، إدارة القرآن) فقط.

والله سبحانه وتعالى أعلم

كتبه: سيد عطاء الرحمن

المتخصص في الفقه الإسلامي

بالجامعة الفاروقية بكراتشي

١٤٢٩/٥/٨هـ

الجواب صحيح

الجواب صحيح

١٤٢٩/٥/١٢هـ

Scanned by CamScanner